بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صرف وہی عمل قابل قبول ہے جو اللہ کے لئے ہو

❶ "عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِءٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِمْرَءَ ۃٍ یَّتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ." (رواہ البخاری، ومسلم)

ترجمہ: "حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ

"سب انسانی اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو اس کی نیّت ہی کے مطابق پھل ملتا ہے، تو جس شخص نے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی (اور خدا و رسول کی رضا جوئی و اطاعت کے سوا اس کی ہجرت کا اور کوئی باعث نہ تھا) تو اس کی ہجرت درحقیقت اللہ و رسول ہی کی طرف ہوئی، (اور بے شک وہ اللہ و رسول کا سچا مہاجر ہے اور اس کو ہجرت اِلی

اللہ والرسول کا مقرر اجر ملے گا) اور جو کسی دنیاوی غرض کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر ''مہاجر'' بنا تو (اس کی ہجرت اللہ و رسول کے لئے نہ ہوگی، بلکہ) فی الواقع جس دوسری غرض اور نیّت سے اس نے ''ہجرت'' اختیار کی ہے عنداللہ بس اسی کی طرف اس کی ہجرت مانی جائے گی۔'' (بخاری و مسلم)

تشریح: حدیث کا جو ترجمہ اوپر کیا گیا ہے وہ خود مطلب خیز ہے اور نفسِ مفہوم کے بیان کے لئے اس کے بعد کسی مزید تشریح کی حاجت نہیں، لیکن اس کی خصوصی اہمیت کا تقاضا ہے کہ اس کے مطالب وفوائد پر کچھ اور بھی لکھا جائے۔

حدیث کا اصل منشاء اُمت پر اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ تمام اعمال کے صلاح وفساد اور مقبولیت ومردودیت کا مدار نیّت پر ہے، یعنی عمل صالح وہی ہوگا اور اُسی کی اللہ کے یہاں قدر و قیمت ہوگی جو صالح نیّت سے کیا گیا ہو۔ اور جو ''عمل صالح'' کسی بُری غرض اور فاسد نیّت سے کیا گیا ہو وہ صالح اور مقبول نہ ہوگا، بلکہ نیّت کے مطابق فاسد اور مردود ہوگا۔ اگرچہ ظاہری نظر میں ''صالح'' ہی معلوم ہو ــــــــ۔

حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ عمل کے ساتھ نیّت کا اور ظاہر کے ساتھ باطن کا بھی دیکھنے والا ہے اس کے یہاں ہر عمل کی قدر و قیمت عمل کرنے والے کی نیّت کے حساب سے لگائی جائے گی۔

ایک غلط فہمی

کسی کو اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ جب دارو مدار نیّت ہی پر ہو تو اگر بُرے کام بھی کسی اچھی نیّت سے کئے جائیں تو وہ اعمالِ صالحہ ہو جائیں گے۔ اور اُن پر بھی ثواب ملے گا مثلاً اگر کوئی شخص اس نیّت سے چوری اور ڈاکہ زنی کرے کہ جو مال اس سے حاصل ہوگا اُس سے وہ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرے گا تو وہ بھی ثواب کا مستحق ہو

سکے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ جو کام فی نفسہٖ بُرے ہیں اور جن سے اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہو۔ اُن میں حسنِ نیّت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، وہ تو بہر حال قبیح اور موجب غضب الٰہی ہیں، بلکہ ان کے ساتھ اچھی نیّت کرنا اور اُن پر ثواب کی امید رکھنا شاید ان کی مزید قباحت کا اور سزا میں زیادتی کا باعث ہو، کیونکہ یہ اللہ کے دین کے ساتھ ایک قسم کا تلاعب (کھیل) ہوگا، بلکہ حدیث کا منشا ''اعمالِ صالحہ'' کے متعلق یہ جتلانا ہے کہ وہ بھی اگر کسی بُری نیّت سے کئے جائیں گے تو پھر وہ ''اعمال صالحہ'' نہیں رہیں گے۔ بلکہ بُری نیّت کی وجہ سے ان کا انجام بُرا ہی ہوگا۔ مثلاً جو شخص نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتا ہو جس کو ہم اعلی درجہ کا عمل صالح سمجھتے ہیں وہ اگر یہ خشوع وخضوع اس لئے کرتا ہے کہ لوگ اس کی دینداری اور خدا پرستی کے متعلق اچھی رائے قائم کریں اور اس کا اعزاز و اکرام کیا جائے، تو اس حدیث کی رو سے اس کی یہ خشوع وخضوع والی نماز اللہ کے یہاں کوئی قدرو قیمت نہیں رکھتی، یا مثلاً ایک شخص دارالکفر سے دارالایمان کی طرف ہجرت کرتا ہے اور اس کے لئے ہجرت کی ساری مشقتیں اور مصیبتیں سہتا ہے لیکن اس کی غرض اس ہجرت سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی نہیں بلکہ کوئی اور دُنیاوی غرض پوشیدہ ہے، مثلاً دارالہجرت میں رہنے والی کسی عورت سے نکاح کی خواہش اس کی ہجرت کے لئے محرک ہوئی ہے تو یہ ہجرت ہجرتِ اسلام نہ ہوگی۔ اور اللہ کے ہاں اس کا کوئی اجر نہ ہوگا۔ بلکہ اُلٹا گناہ ہوگا، بس یہی ہے اس حدیث کا اصل منشاء۔

بڑے سے بڑا عمل بھی اگر اخلاص اور للّٰہیت سے خالی ہوگا تو وہ جہنم میں لے جائے گا

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے تین شخصوں کے

متعلق عدالتِ الٰہیہ سے جہنم کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ سب سے پہلے ایسے شخص کی پیشی ہوگی جو جہاد میں شہید ہوا ہوگا۔ وہ جب حاضرِ عدالت ہوگا تو اللہ تعالیٰ پہلے اس کو اپنی نعمتیں جتائے گا اور یاد دلائے گا، وہ اس کو یاد آجائیں گی، پھر اس سے فرمایا جائے گا ''بتلا! تو نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ اور کیا عمل کئے؟'' وہ عرض کرے گا ''خداوندا! میں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیری رضا طلبی میں جانِ عزیز تک قربان کر دی''، حق تعالیٰ فرمائے گا ''تو جھوٹ بولتا ہے تو نے تو صرف اس لئے جہاد کیا تھا کہ تو بہادر مشہور ہو، تو دنیا میں تیری بہادری کا چرچا ہو چکا''، پھر اللہ کے حکم سے اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اسی طرح ایک ''عالمِ دین'' اور ''عالمِ قرآن'' حاضر عدالت کیا جائے گا اور اس سے بھی اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ ''تو نے کیا اعمال کئے؟'' وہ کہے گا ''میں نے تیرے دین اور تیری کتاب کے علم کو پڑھا اور پڑھایا، اور یہ سب تیری رضا کے لئے کیا''، حق تعالیٰ فرمائے گا ''تو جھوٹا ہے، تو نے تو عالم، قاری، اور مولانا کہلانے کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا'' پھر بحکم خداوندی اس کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا ...... پھر اس کے بعد ایک شخص پیش ہوگا جس کو اللہ نے بہت کچھ مال و دولت دیا ہوگا، اس سے بھی سوال کیا جائے گا کہ ''تو نے کیا کیا؟'' وہ عرض کرے گا کہ ''خداوندا میں نے خیر کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں تیری رضا جوئی کے لئے اپنا مال نہ خرچ کیا ہو''، حق تعالیٰ فرمائے گا ''تو جھوٹا ہے تو نے تو صرف اس لئے مال خرچ کیا تھا کہ دُنیا تجھ کو سخی کہے تو دنیا میں تیری سخاوت کا خوب چرچا ہو لیا۔'' پھر اس کو بھی اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

(اللہ پناہ میں رکھے نیتوں کے فساد بالخصوص ریا و نفاق سے۔ آمین)

الغرض اللہ کے ہاں وہی عمل کام آئے گا جو صالح نیّت سے یعنی محض رضاء الٰہی کے لئے کیا گیا ہو، دین کی خالص اصطلاح میں اسی کا نام اخلاص ہے۔

قرآن مجید میں مخلصوں اور غیر مخلصوں کی ایک مثال

قرآنِ پاک کی ذیل کی دو آیتوں میں صدقات وخیرات کرنے والے دو قسم کے آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک وہ لوگ جو مثلاً دنیا کے دکھاوے کے لئے اپنا مال مصارفِ خیر میں صرف کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو محض اللہ کی رضا جوئی کی نیّت سے غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں کی مدد کرتے ہیں، ان دونوں گروہوں کے ظاہری عمل میں قطعی ایک رنگی ہے، اور ظاہر ہے کہ آنکھ ان کے درمیان کسی فرق کا حکم نہیں کرسکتی، لیکن قرآنِ پاک بتلاتا ہے کہ چونکہ ان کی نیتیں مختلف ہیں، اس لئے ان دونوں کے عمل کے نتیجے بھی مختلف ہیں، ایک کا عمل سراسر برکت ہے اور دوسرے کا بالکل اکارت۔

﴿كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَاۤءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ؕ﴾

ترجمہ: ”اُس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے، اور اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے پتھر کی ایک چٹان ہو جس پر کچھ مٹی آگئی ہو، (اور اس پر کچھ سبزہ جم آئے) پھر اس پر زوروں کی بارش گرے جو اس کو بالکل صاف کردے، تو ایسے ریاکار لوگ اپنی کمائی کا کچھ بھی پھل نہ لے سکیں گے اور ان منکر لوگوں کو اللہ اپنی ہدایت اور اس کے میٹھے پھل سے محروم ہی رکھے گا۔“

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاۤءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ﴾ (نساء، رکوع: ۱۸)

ترجمہ: ''اور اُن لوگوں کی مثال جو محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور اپنے نفسوں کو ایثار و انفاق، اور راہِ خدا میں قربانی کا خوگر بنانے کے لئے اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس پھولنے پھلنے والے باغ کی سی ہے جو ٹیکری پر واقع ہو، اُس پر جب زوروں کی بارش ہو تو دوگنا چوگنا پھل لائے۔''

تو اگرچہ ان دونوں نے بظاہر یکساں طور پر اپنا مال غریبوں، مسکینوں اور حاجت مندوں پر خرچ کیا، مگر چونکہ ایک کی نیّت محض دکھاوے کی تھی اس لئے لوگوں کے دیکھ لینے یا زیادہ سے زیادہ اُن کی وقتی داد و تحسین کے سوا اس کو کچھ حاصل نہ ہوا، کیونکہ اس کی غرض اس انفاق سے اس کے سوا کچھ اور تھی ہی نہیں ـــــ لیکن دوسرے نے چونکہ اس ایثار و انفاق سے صرف اللہ کی رضا مندی اور اس کا فضل و کرم چاہا تھا اس لئے اللہ نے اس کو اس کی نیّت کے مطابق پھل دیا۔

بس یہی وہ سُنّت اللہ اور قانون خداوندی ہے جس کا اعلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے۔

اس دنیا میں صرف ظاہر پر تمام فیصلے کیئے جاتے ہیں اور آخرت میں نیتوں پر کیئے جائیں گے

یہ عالَم جس میں ہم ہیں اور ہم کو جس میں کام کرنے کا موقع دیا گیا ہے ''عالَمِ ظاہر'' اور ''عالَمِ شہادت'' ہے، اور ہمارے حواس و ادراکات کا دائرہ بھی یہاں صرف ظاہر اور مظاہر ہی تک محدود ہے، یعنی یہاں ہم ہر شخص کا صرف ظاہری چال چلن دیکھ کر ہی اس کے متعلق اچھی یا بُری رائے قائم کر سکتے ہیں۔ اور اسی کی بنیاد پر اس کے

ساتھ معاملہ کر سکتے ہیں، ظاہری اعمال سے پرے ان کی نیتوں، دل کے بھیدوں اور سینوں کے رازوں کے دریافت کرنے سے ہم قاصر ہیں، اسی لئے حضرت فاروقِ اعظم نے فرمایا: نَحْنُ نَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ وَاللّٰهُ يَتَوَلَّى السَّرَائِرِ (یعنی ہمارا کام ظاہر پر حکم لگانا ہے، اور مخفی راز اللہ کے سپرد ہیں) لیکن عالمِ آخرت میں فیصلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہوگا اور وہاں اس کا فیصلہ نیتوں اور دل کے ارادوں کے لحاظ سے ہوگا، گویا احکام کے بارے میں جس طرح یہاں ظاہری اعمال اصل ہیں اور کسی کی نیّت پر یہاں کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا، اسی طرح وہاں معاملہ اس کے برعکس ہوگا، اور حق تعالیٰ کا فیصلہ نیتوں پر ہوگا، اور ظاہری اعمال کو ان کے تابع رکھا جائے گا۔

حدیث کی خصوصی اہمیت

یہ حدیث اُن ''جوامع الکلم'' میں سے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن مختصر، مگر جامع اور وسیع المعنی ارشادات میں سے ہے جو مختصر ہونے کے باوجود دین کے کسی بڑے اہم حصہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ اور ''دریا بکوزہ'' کے مصداق ہیں، یہاں تک کہ بعض آئمہ نے کہا ہے کہ ''اسلام'' کا ایک تہائی حصہ اس حدیث میں آگیا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ ان آئمہ نے فرمایا مبالغہ نہیں ہے، بلکہ عین حقیقت ہے، کیونکہ اصولی طور پر اسلام کے تین ہی شعبے ہیں۔ ایمان (یعنی اعتقادیات) اعمال اور اخلاص۔ چونکہ یہ حدیث اخلاص کے پورے شعبہ پر حاوی ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسلام کا ایک تہائی حصہ اس میں آگیا ہے —— اور پھر اخلاص وہ چیز ہے جس کی ضرورت ہر کام میں اور ہر قدم پر ہے خاص کر جب بندہ کوئی اچھا سلسلہ شروع کرے خواہ وہ علمی ہو یا عملی تو وہ اس کا حاجت مند ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس کے سامنے ہو، اسی لئے بعض اکابر نے اپنی مؤلفات کو اسی حدیث سے شروع کرنا بہتر سمجھا ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی ''جامع صحیح'' کو اور ان کے بعد امام

بغوی نے ''مصابیح'' کو اسی حدیث سے شروع کیا ہے، گویا اسی کو 'فاتحۃ الکتاب'' بنایا ہے اور حافظ الحدیث ابن مہدی سے منقول ہے کہ جو شخص کوئی دینی کتاب تصنیف کرے اچھا ہو کہ وہ اسی حدیث سے اپنی کتاب کا آغاز کرے۔ (آگے فرمایا) اور اگر میں کوئی کتاب لکھوں تو اس کے ہر باب کو اسی حدیث سے شروع کروں گا۔ (فتح الباری)

(ماخوذ از معارف الحدیث، مولانا منظور نعمانی دارالاشاعت کراچی)

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

’’عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَبِی حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَہِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ہِجْرَتُہٗ لِدُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِامْرَأَۃٍ یَّنْکِحُھَا فَہِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ.‘‘ (رواہ امام المحدثین البخاری الجعفی وابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری النیسا بوری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما فی صحیحھما الذین ھما اصح الکتب المصنفۃ)

ترجمہ: ’’حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال نیتوں سے (بنتے اور بگڑتے اور موجبِ عذاب یا باعثِ ثواب ہوتے) ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اُس نے نیّت کی ہو سو جس کی ہجرت (خود اس کی نیّت میں) اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف کی ہوگی تو (اللہ کے نزدیک بھی) اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف مان لی جائے گی۔ اور جس کی ہجرت (خود اس کی نیّت میں) دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو (اللہ کے نزدیک بھی اس کی ہجرت اسی مقصد کے لئے سمجھی جائے گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔‘‘ (بخاری و مسلم)

تشریح: یہ حدیث بڑی اہم ہے، اس میں بار بار غور کر کے اپنے اعمال کا حساب لیا جائے اور اپنی نیّت کو پرکھا جائے کہ فلاں عمل میں نے کس لئے کیا ہے اور فلاں کام کرنے کا باعث میری نیّت میں کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قاعدہ کلیہ کے طور پر فرما دیا کہ اعمال کے بناؤ اور بگاڑ کا مدار نیتوں پر ہی ہے۔ جس کی جیسی نیّت ہوگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی نیّت کے موافق ہی اس عمل کا بدلہ ملے گا۔ عمل بظاہر کیسا ہی اچھا اور بھلا ہو لیکن اگر وہ نیّت میں اللہ کے لئے نہیں ہے تو آخرت میں مردود ہوگا اور اس پر ذرا سا بھی اجر نہیں ملے گا۔

حدیث کا شانِ ورود

قاعدہ کلیہ بیان فرمانے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال کے طور پر ہجرت کا ذکر فرمایا اس وقت مدینہ کو ہجرت کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری تھا کیونکہ مکہ مکرمہ اور دیگر بستیوں میں مسلمان، کافروں میں رہ کر اسلامی زندگی نہیں گزار سکتے تھے۔ ہجرت کرنے والوں نے محض دین کو بلند اور سرسبز کرنے اور خود اپنی ذات کو اسلامی ماحول میں لے جا کر اسلامی اعمال اور ایمانی اوصاف سے متّصِف ہونے کے لئے اپنے محبوب وطن اور عزیز واقربا کو چھوڑا اور پردیس کی سختیاں محض رضائے الٰہی کے لئے برداشت کیں ان ہی مہاجرین میں ایک صاحب ایسے بھی تھے جنہوں نے ایک عورت کو اپنا پیام نکاح بھیجا تھا جو اس وقت مدینہ منورہ میں تھی اور وہ صاحب اور کسی جگہ تھے اس عورت نے جواب دیا کہ اگر تم مدینہ منورہ آجاؤ تو تم سے نکاح کر سکتی ہوں۔ لہٰذا ان صاحب نے ہجرت کر لی اور اس عورت سے نکاح کر لیا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جب یہ بھید کھلا تو اس شخص کو مہاجر ام قیس کہنے لگے۔ (رواہ الطبرانی فی معجملہ الکبیر ۱۲) اس مخصوص واقعہ کی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کو بطور مثال کے ذکر فرمایا ورنہ عمل میں یہی تفصیل ہے کہ جس نیّت سے کیا گیا ہوگا اسی

نیّت کے موافق آخرت میں اس سے معاملہ ہوگا۔

یہ حدیث تہائی علم ہے

حضرت امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے کہ ثلث علم یعنی سارے علم کا تہائی حصہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی اعمال تین چیزوں سے صادر ہوتے ہیں۔

(۱) دل سے (۲) زبان سے (۳) دیگر اعضاء سے۔

اور نیّت کا تعلق دل سے ہے اور دل سے متعلق جو عمل ہے اس حدیث میں اس کا بیان ہے۔

نیز حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس حدیث سے فقہ کے ستر باب واضح ہو جاتے ہیں۔ اور علماء نے اس حدیث کو ثلث الاسلام (تہائی اسلام) کا لقب (کذافی شرح ابن دقیق العید ۱۲) دیا ہے۔ حضرت امام ابوداوٗدؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث نصف فقہ ہے۔

محدثین کا طرزِ عمل

پہلے زمانہ کے علماء اپنی کتابوں کو اسی حدیث سے شروع کیا کرتے تھے تاکہ آگے بڑھنے سے پہلے معلم اور متعلق اپنی نیتوں کا جائزہ لے کر پہلے سے درست کر لیں۔ چنانچہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب (صحیح بخاری) کو اسی حدیث سے شروع کیا ہے۔ نیز صاحبِ مشکوٰۃ نے سب سے پہلے یہی حدیث لکھی ہے اور اس کو اتنی اہمیت دی ہے کہ کسی کتاب یا باب کے تحت لا کر نہیں لکھی بلکہ اس کی اہمیت اور مستقل حیثیت ظاہر کرنے کے لئے بغیر کسی باب میں داخل کیے سب سے پہلے لکھ دی ہے۔

محدث عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ہر مصنف کو چاہئے کہ

اپنی کتاب کے شروع میں اسی حدیث کو لکھے۔

لِكُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰی

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے بعد جو فرمایا وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَّا نَوٰی (ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیّت کی ہو) اس میں یہ بتایا ہے کہ عادت اور عبادت میں نیّت سے ہی فرق ہوتا ہے اور ایک عبادت کو دوسری عبادت سے نیّت ہی ممتاز کرتی ہے۔ چنانچہ نفل اور فرض نماز میں نیّت سے ہی فرق ہوتا ہے۔ ظہر وعصر کی چار چار رکعتیں ہیں۔ لیکن فرق نیّت ہی کرتی ہے۔ عادۃً یوں ہی بغیر نیّت کے کوئی شخص کھانا پینا اور ہمبستری چھوڑ دے تو اس سے روزہ نہیں مانا جائے گا، بلکہ روزہ کا ثواب ملنے کے لئے روزہ کی نیّت کرنا ضروری ہوگا۔

ہجرتِ شرعی اور ترکِ وطن

آج کل لوگوں نے محض ترکِ وطن کو ہجرت سمجھ لیا ہے خواہ وطن چھوڑنے میں اللہ کی رضا کی نیّت بھی نہ کی ہو اور خواہ دوسری جگہ جانے میں راستے میں بہت سی معصیتیں کی ہوں اور بہت سوں کے حق دبا کر بھاگے ہوں اور خواہ دوسری جگہ جا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں اور بھی زیادہ منہمک ہوگئے ہوں۔ اللہ بچائے نفس کی مکاری سے۔ کہاں حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہجرت اور کہاں آج کل کے لوگوں کا ترکِ وطن جس میں نمازیں تک برباد ہوئی ہوں۔

اخلاص کی ضرورت

اخلاص بڑی اہم چیز ہے جب تک نیّت یہ نہ ہو کہ میرا یہ عمل خالص خدا کے لئے ہے اس وقت عمل مقبول نہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر ایک عمل میں ایک نیّت دین کی ہو اور ایک دُنیا کی تو اس کو اخلاص نہیں کہا جائے گا، جیسے روزہ رکھنے سے یہ بھی

مقصود ہو کہ کھانا پکانا نہ پڑے گا اور بیماری میں پرہیز بھی رہے گا تا کہ تندرستی میں فرق نہ آئے، یا حج کرنے سے یہ مقصود ہو کہ وہ عبادت ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب عمل ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی نیّت ہو کہ سیر وتفریح ہوگی یا دشمنوں کی ایذاؤں سے نجات ہوگی یا اعتکاف میں یہ نیّت ہو کہ وہ عبادت بھی ہے اور اتنے دن مکان کا کرایہ بھی نہ دینا پڑے گا، یا فقیر کو اس لئے دیا کہ اس میں اجر بھی ہے اور اس کا شور وغل بھی بند ہو جائے گا تو یہ سب خیالات حدِ اخلاص سے خارج ہیں، اخلاص خدا کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کا حاصل ہونا بڑا مشکل ہے، کیونکہ شیطان کا مکر اور نفس کا فریب اس نعمت کو حاصل ہونے نہیں دیتا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں جدا ہو کہ خدائے وحدہ لاشریک کے لئے حُبِّ اخلاص تھا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا تھا تو وہ اس حال میں جدا ہوا کہ خدا اس سے راضی ہے۔ (ترغیب عن الحاکم علی شرط الشیخین)

حضرت ابوفراس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخلاص!

(ترغیب)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو کچھ نصیحت فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے دین میں اخلاص رکھو تم کو تھوڑا عمل بھی کافی ہوگا۔ (ترغیب عن الحاکم)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خوشخبری ہے اخلاص والوں کے لئے، یہ حضرات ہدایت کے چراغ ہیں جن کی وجہ سے ہر سیاہ فتنہ ہٹ جاتا ہے۔ (ترغیب)

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نفس کو بعض صحابہ

سے بڑا سمجھا جو مجھ سے کم تھے، اس میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اس اُمّت کی مدد اس اُمّت کے ضعیفوں کی دعاء اور ان کی نماز اور ان کے اخلاص کی وجہ سے کرتا ہے۔ (ترغیب)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب نے حاضر ہو کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیے، ایک شخص جہاد کرتا ہے اور ثواب اور شہرت دونوں چاہتا ہے اس کے لئے کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نہیں۔ ان صاحب نے تین بار یہی سوال کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک خدا صرف وہ عمل قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو اور جس سے خدا کی رضا مطلوب ہو۔ (ترغیب)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ دُنیا ملعون ہے، اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اس چیز کے جس سے خدا کی ذات مقصود ہو۔ (ترغیب)

حضرت عبادۃ بن الصامت اور حضرت عمرو بن عبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ قیامت کے دن دُنیا حاضر کی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہے خدا کے لئے ہوگا اس کو الگ کر لیا جائے گا اور باقی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (ترغیب)

حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ وہ شخص بڑا نیک بخت ہے جس نے اپنی تمام عمر میں ایک قدم بھی اخلاص کے ساتھ اٹھایا ہو۔

بہرحال اخلاص سب چیزوں سے اہم اور قابلِ تحصیل چیز ہے، اخلاص والوں پر شیطان کا داؤ ہی نہیں چلتا اور وہ تھوڑے عمل سے بہت سی نیکیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے کہ شیطان نے مردود ہو کر جب یہ قسم کھائی کہ اے خدا! میں تمام انسانوں کو بہکاؤں گا تو اس کو یہ بھی کہنا پڑا مگر تیرے مخلص بندوں کو میں نہ بہکا سکوں

گا۔ (سورۂ حجر وغیرہ)

جتنا جس کا اخلاص ہوگا، اسی قدر اجر وثواب کا مستحق ہوگا، حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان نماز ختم کرتا ہے اور حال یہ ہوتا ہے کہ کسی کے لئے نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اور کسی کے لئے نماز کا نواں حصہ اور کسی کے لئے آٹھواں حصہ اور کسی کے لئے ساتواں حصہ اور کسی کے لئے چھٹا حصہ اور کسی کے لئے پانچواں حصہ اور کسی کے لئے چوتھائی حصہ اور کسی کے لئے تہائی حصہ اور کسی کے لئے آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔ (ترغیب)

لہٰذا جس کو اپنے عمل کا ثواب زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا ہو اس کو چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ اخلاص کی کوشش کرے۔ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے نفس کو مارتے تھے فرماتے تھے کہ یَا نَفْسُ اَخْلِصِیْ تَخْلِصِیْ اے نفس! اخلاص کا خیال رکھ تاکہ دوزخ سے تیری خلاصی ہو۔

دکھاوے کی مذمت

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ عمل سے اگر ذات خداوندی مقصود نہ ہوگی تو دنیا کا کوئی نفع ضرور مقصود ہوگا جو بندوں سے حاصل ہوتا ہے۔ جیسے شہرت، جاہ، مال وغیرہ۔ اور بندوں سے تعلق ہونے کی وجہ سے بندوں کے سامنے عمل کیا جاتا ہے تاکہ وہ دیکھیں، جس سے شہرت ہو۔ ان کے دلوں میں عزت و وقعت قائم ہو۔ بزرگ جان کر ہدیہ دیں۔ اچھے القاب سے یاد کریں۔ وغیر ذالک۔

چونکہ یہ چیزیں نقد حاصل ہوتی ہیں اور آخرت کا معاملہ اُدھار ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص صرف ذاتِ خداوندی کو بنائے تو نفس آڑے آجاتا ہے اور طرح طرح کے مکر وفریب پھیلاتا ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے لکھا ہے کہ ریا سب رزائل کے بعد جاتا ہے اور اس سے نجات پانے کے لئے بڑی جدوجہد اور بڑے اہتمام کی

ضرورت ہے۔

متعدد احادیث میں ریا کو شرک فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”تم پر میں سب سے زیادہ شرکِ اصغر (چھوٹے شرک) کا خوف کرتا ہوں“ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا شرکِ اصغر کیا ہے؟ فرمایا ”دکھاوا۔“ (مشکوٰۃ)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔ (رواہ احمد)

ایک بار شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ عرض کیا گیا آپ کس وجہ سے روتے ہیں؟ فرمایا ایک بات مجھے یاد آگئی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی اُس نے مجھے رُلا دیا۔ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میں اپنی اُمّت پر سب سے زیادہ شرک اور چھپی ہوئی شہوت کا خوف کرتا ہوں۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت شرک کرنے لگے گی؟ فرمایا ہاں پھر فرمایا خبردار وہ سورج اور چاند کو نہ پوجیں گے اور نہ کسی پتھر اور بت کی عبادت کریں گے لیکن اپنے اعمال کا خوف کریں گے۔ اور چھپی شہوت یہ ہوگی کہ کوئی ان میں سے ایک شخص روزہ رکھے گا پھر اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش پیش آجائے گی تو وہ اپنے روزہ کو چھوڑ دے گا۔ (احمد و بیہقی)

ایک حدیث میں ہے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کوئی عمل ایسا کیا جس میں میرے کسی غیر کو شریک کرلیا تو اس کو مع اس کے عمل کے چھوڑ دوں گا۔ (یعنی اس عمل کا کوئی اجر نہ دوں گا) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا۔ ”میں اس سے بری ہوں۔ اور وہ عمل اسی کے لئے ہے جس کے لئے اس نے

کیا ہے۔" (مشکوٰۃ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز مسجد میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر پر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں، پوچھا "آپ کیوں روتے ہیں؟" عرض کیا "ایک چیز مجھے رُلا رہی ہے جو میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور جس نے خدا کے کسی دوست سے دشمنی کی وہ خدا سے جنگ کے لئے میدان میں آ گیا۔ بے شک خدا کو نیک پرہیزگار پوشیدہ بندے پسند ہیں جو غائب ہو جائیں تو اُن کی تلاش نہ ہو اور موجود ہوں تو ان کو (کسی تقریب میں ناقابل التفات سمجھ کر) بلایا نہ جائے۔ ان بندوں کے دل ہدایت کے چراغ ہیں (اور یہ حضرات) ہر تاریک مصیبت سے پار ہو جاتے ہیں۔" (مشکوٰۃ)

ریاکاروں کی سزا

غم کا کنواں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا جُبُّ الْحُزْنِ (غم کے گڑھے) سے پناہ مانگو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُبُّ الْحُزْن کیا ہے۔ فرمایا دوزخ میں ایک گڑھا ہے۔ جس سے روزانہ چار سو مرتبہ خود دوزخ پناہ مانگی ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا اس گڑھے میں کون داخل ہوں گے؟ فرمایا وہ عبادت گزار جو اپنے اعمال کا دکھاوا کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

دنیا میں ذلت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو شخص اپنے عمل کو مشہور کرے خدا اس کو اپنی مخلوق کی مجلسوں میں برائی سے مشہور کردے گا اور اس کو ذلیل وحقیر کردے گا۔'' (طبرانی والبیہقی)

آخرت میں رسوائی

حضرت ابو ہند داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ ''جو شخص دکھاوے اور شہرت کی جگہ کھڑا ہو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے گا (کہ ریا کار ہے) اور مشہور کردے گا کہ یہ شہرت کے لئے عمل کیا کرتا تھا۔'' (احمد باسناد)

ریا جس کی آج دنیا شکار ہے اس کے نقصانات پر آپ نے غور کیا۔ **ثواب سے محرومی، عذاب میں گرفتاری۔ مشرکین میں شمار** ہو جانا اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ دنیا (جس کی تلاش میں ریا کی جاتی ہے) وہ بھی نہیں ملتی اور کچھ ملی تو فنا کے گھاٹ اُتر جاتی ہے، اللہ جل شانہ ہر مسلمان کو اس سے بچنے کی توفیق دے۔

تہجد کے لئے اٹھنے والے کتنے مخلص ہیں اور کتنے ریا کار؟ نماز کو اٹھے، نل کھڑکایا چراغ جلایا، کچھ کنڈی کھٹکی، کچھ کواڑ بجے۔ اب بھی لوگوں نے نہ جانا تو الا اللّٰہ کے نعرے تو بہرحال لوگوں کو جگا ہی دیں گے۔ خدا کی عبادت تو ڈھکوسلوں سے کوسوں دور ہے۔ حافظ اور قاری جنہیں ہر محفل واجتماع میں قرآن کی خدمت سپرد کی جاتی ہے اللہ کے لئے کتنے پارے شب و روز میں تلاوت کرتے ہیں؟ اور جس تجوید اور اصولِ قرأت کی مجمع میں رعایت ہوتی ہے۔ رمضانوں اور روزانہ کی تلاوتوں میں بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ مدرس، امام، اور تراویح کے قرآن خواں اگر اپنے عہدوں سے ہٹا دیئے جائیں تو کیا پھر بھی ان میں سے سب ہی نماز باجماعت اور عبادات جاری رکھیں گے؟ تراویح میں قرآن سنا کر رقم لی جاتی ہے، چندے ہوتے ہیں۔ اکثر یوں کہا جاتا ہے کہ آپ فی سبیل اللہ قرآن پڑھیں، ہم فی سبیل اللہ خدمت کریں۔ بدلہ اور عوض کچھ نہیں

ذرا غور کیجئے۔ اس عمل سے پہلے اور بعد ان حافظ صاحب کی کتنی بار فی سبیل اللہ خدمت ہوتی ہے؟ سخاوت ہوتی ہے تو نمایاں طور پر ورنہ کبھی یہ بھی غور کرنا پڑا کہ محلّہ کے آدمی مستحق ہیں؟ کتنوں کو پیٹ بھر کر کھانا میسر ہوتا ہے؟ سردی سے بچنے کا کپڑا کس کے پاس نہیں ہے؟ مگر چونکہ سائل نہیں ہیں اس لئے محروم ہیں۔ انہیں کون دے جو لوگوں کے سامنے مانگنا تو درکنار قبول کرتے شرماتے ہیں جو باعفت وحمیت ہیں جو لے کر شہرت اور تعریف نہ کریں گے؟ خواہ تنہائی میں ان ٹوٹے دلوں کی دعا بے حجاب عرش تک جاتی ہو۔ ہاں شوق ہے ان اداروں میں خیرات دینے کا جن سے دنیاوی سفارشیں یا شہرتیں حاصل ہوں جہاں فہرستوں میں نام چھپے وہیں روپیہ خرچ ہوتے ہیں۔ خفیہ خیراتیں بہت کم کی جاتی ہیں جنہیں دینے اور دلانے والے کے سوا تیسرا نہ جانے۔

روزہ جس کی حقیقت یہ تھی کہ یہ کوئی وجودی عبادت نہیں بلکہ عدمی عبادت تھی یعنی روزہ چند چیزوں کا نہ کرنا اور چھوڑنا ہوتا ہے۔ کرنا کچھ نئی بات کا نہیں ہوتا مگر اس میں غور کیجئے کہ نفلی روزہ داروں کو کتنے بار اظہار کی ضرورت پڑتی ہے کہ صاحب آج پیاس بڑی لگی روزہ تھا۔ جن حضرات سے کوئی روزہ چھوٹ جاتا ہے یا چاند کی تحقیق کے سلسلے میں ایک روزہ زیادہ رکھنا پڑ جاتا ہے تو اس کو کون ادا کرتا ہے؟

حاجی صاحب کے جانے کے وقت دعوتوں اور اسٹیشنوں اور بندرگاہوں تک پہنچانے کا کتنا شور ہوتا ہے اور واپسی پر صرفہ حج سے زیادہ ریا ونمود وشہرت کے لئے دعوتوں کا ایک ہنگامہ بپا ہوتا ہے۔ آخر ایک فرض ادا کیا ہے۔ جیسا نماز یا روزہ ادا ہوتے ہیں اس میں ہنگاموں کی کیا ضرورت ہے؟ اور اللہ قبول کرے ان حجوں کو جن میں سینکڑوں نمازیں قضا اور روزے ہضم ہو جاتے ہیں اگر اللہ کے حکم سے یہ عمل کیا جا رہا ہے تو کیا نماز حکمِ خداوندی نہیں۔ مگر چونکہ شور وشر اور ہماہمی اور حاجی حاجی اس میں نہیں ہوتا چپکے سے ادا ہو جاتی ہے۔ اس لئے کوئی اس کی حیثیت نہیں سمجھی جاتی۔ مبلغ

اور واعظ جائزہ لیں اپنی سوانح حیات کا کہ کبھی محض اس لئے بھی کسی کو نصیحت کی ہے کہ میرا بھائی دوزخ میں چلا نہ جائے۔ یا اللہ کا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے دین پھیلانے کا اس لئے چلو وقت نکال کر محض بوجہ اللہ نصیحت کریں گے؟

قوم کے لیڈروں کو تو کیا کہئے حضرات لیڈران گریبان میں منہ ڈالیں ہماری جماعت میں کتنے ہیں جو قوم کا صحیح درد دل میں رکھتے ہیں۔ اور محض لوجہ اللہ اپنے کو مصیبتوں میں ڈال کر قوم کا نفع چاہتے ہیں؟ لوجہ اللہ کام کرنے والے ہی قابلِ تقلید ہیں۔ اور صحیح رہبر ہیں۔ آج کے لیڈروں کی اکثریت پر اکبر الہ آبادی کا شعر صادق آتا ہے۔

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہے، مگر آرام کے ساتھ

ایک کام کیا تو اس کا اظہار ہوتا ہے۔ تقاریر، اخباروں، رسالوں میں شائع ہونے کے متمنی ہیں۔ فوٹو چھپوانے کے لئے بھیجتے رہتے ہیں۔ احادیث سابقہ پر غور کریں تو شاید اصلاح کی راہ ملے۔ مصنف طلبِ جاہ یا طمعِ شہرت کے لئے کتابیں لکھتے ہیں۔

ہر صفحہ پر نام ہر کتاب پر لقب لمبے چوڑے القاب شخصیت منوانے کے اشتہاروں کی بھر مار بھلا یہ اخلاص ہے یا خدمتِ دین ہے؟ جماعتیں بنتی ہیں، غریبوں اور کاشتکاروں کی حمایت کے دعوے کے ساتھ مگر مقصد اول اقتدار و حکومت ہوتا ہے ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، کھانے کے اور۔ اور حقیقت دُنیا سے اٹھ جاتی ہے اور پریشانی بڑھ جاتی ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے ﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ﴾ یعنی ایسے نہ بنو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔ اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی جانوں سے بے خبر کر دیا (کہ اپنے نفع نقصان کو نہیں پہچانتے) اللہ جل شانہ ہم سب کو نیک عمل کی توفیق دے اور اخلاص کی دولت سے نوازے۔

اس کا نام ہجرت رکھنا کتنا بڑا ظلم ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بالتصریح فرمایا ہے کہ اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ (حقیقی مہاجر وہ ہے جو ان چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے روکا ہے)

مصنّفین، مجاہدین، محدثین، مدرسین، مہتممین سب ہی حضرات اپنی اپنی نیتوں کا جائزہ لیں تو کہ مقصد اللہ کی رضا ہے یا کچھ اور مقصد ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنے دین کے سمجھنے کی پوری پوری توفیق دیں۔ (آمین)

(ماخوذ از شرح اربعین نووی حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب دارالاشاعت کراچی)

اچھی نیّت

نیّت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو وہ نسخۂ کیمیا عطا فرمایا ہے جس کے ذریعے ہر مسلمان ذرا سی توجہ سے مٹی کو بھی سونا بنا سکتا ہے۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

بعض لوگ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ اچھی نیّت سے غلط کام بھی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اور گناہ بھی ثواب بن جاتا ہے یہ بات تو قطعی غلط ہے۔ گناہ ہر حالت میں گناہ ہے۔ کتنی ہی اچھی نیّت سے کیا جائے وہ جائز نہیں ہوسکتا۔ مثلاً کوئی شخص کسی کے گھر اس نیّت سے چوری کرے کہ جو مال حاصل ہوگا وہ صدقہ کروں گا تو اس نیّت کی وجہ سے چوری کا گناہ معاف نہیں ہوگا۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ:

۱ کسی بھی نیک کام پر اس وقت تک ثواب نہیں ملتا جب تک وہ صحیح نیّت کے ساتھ نہ کیا جائے۔ مثلاً نماز کا ثواب اسی وقت ملے گا جب وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے پڑھی جائے۔ اگر دکھاوے کے لئے پڑھی تو ثواب غارت ہو جائے گا، الٹا گناہ ہوگا۔

۲ اور دوسرا مطلب یہ ہے اور وہی اس وقت بیان کرنا مقصود ہے کہ جتنے کام مباح یا جائز ہیں، ان کا اصل حکم تو یہ ہے کہ ان پر نہ ثواب ہوتا ہے نہ عذاب۔ لیکن اگر وہ جائز کام کسی اچھی نیّت سے کئے جائیں تو وہ عبادت بن جاتے ہیں اور ان پر ثواب ملتا ہے۔ مثلاً کھانا کھانا مباحات میں سے ہے لیکن اگر کوئی کھانا اس نیّت سے کھائے کہ اس کے ذریعے میرے جسم کو قوت حاصل ہوگی تو اس قوت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں

صرف کروں گا۔ تو یہ کھانا کھانا بھی باعثِ اجر و ثواب ہوگا یا اس نیّت سے کھانا کھائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نفس کا بھی مجھ پر حق رکھا ہے۔ اس کی ادائیگی کے لئے کھانا کھاتا ہوں یا اس نیّت سے کھائے کہ اس سے لذت و راحت حاصل ہوگی تو دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا تو ان نیتوں کے ساتھ کھانا کھانے میں بھی ثواب ہوگا۔

غرض زندگی کا کوئی مباح کام ایسا نہیں ہے جس کو اچھی نیّت کر کے عبادت اور موجب ثواب نہ بنایا جا سکتا ہو۔ مثلاً اچھی نیّت کی چند مثالیں جن سے ہم اپنے روز مرہ کے کاموں کو ثواب بنا سکتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:

* روزی کمانا، خواہ تجارت کی شکل میں ہو یا ملازمت کی شکل میں، یا زراعت و صنعت کی شکل میں، اس میں اگر انسان یہ نیّت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذمے جو میرے نفس اور میرے گھر والوں کے لئے حقوق عائد کئے ہیں۔ یہ کمائی اس لئے کر رہا ہوں کہ وہ حقوق ٹھیک ٹھیک ادا کر سکوں، تو حلال روزی کمانے کی یہ ساری کارروائی عبادت اور ثواب بن جائے گی۔

پھر اس میں اگر یہ نیّت بھی کر لے کہ اپنی آمدنی کو اپنی اور گھر والوں کی ضروریات پر خرچ کرنے کے بعد جو کچھ بچے گا اس میں سے غریبوں کی امداد اور دوسرے نیک کاموں پر خرچ کروں گا تو اس نیّت سے مزید ثواب ملے گا۔

* اگر ایک شخص ابھی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور وہ نیّت یہ کر لے کہ میں اس علم کے ذریعے خدمتِ خلق کروں گا۔ مثلاً کوئی علمِ دین حاصل کر رہا ہے تو مخلوق کو دین پہنچانے کی نیّت کر لے۔ میڈیکل سائنس کا طالب علم ہے تو یہ نیّت کرے کہ ڈاکٹری کے ذریعے میں مریضوں کی خدمت کروں گا، انجینئرنگ کا طالب علم ہے تو یہ نیّت کرے کہ میں اس فن سے ملک و قوم کی خدمت کروں گا کوئی اور ہنر سیکھ رہا ہے تو اس غرض سے سیکھے کہ جو لوگ اس ہنر کے ضرورت مند ہوں گے۔ ان کی حاجت پوری کروں گا تو ان شاء اللہ جتنا وقت وہ تعلیم حاصل کرنے میں گزارے گا۔ اس کو اس نیّت کا ثواب

ملتا رہے گا۔

✽ پھر انسان جو بھی پیشہ اختیار کرے اس میں یہ سوچے کہ رزق کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ کسی نہ کسی صورت میں ضرور ملے گا اور اس کو حاصل کرنے کے بہت سے راستے ہیں۔ لیکن میں فلاں راستہ اس لئے اختیار کر رہا ہوں کہ اس کے ذریعے مخلوقِ خدا کی خدمت کروں تو یہ پیشہ بھی باعث اجر ہو جائے گا۔

مثلاً کوئی شخص ڈاکٹر بنتا ہے تو یہ نیّت کر لے کہ رزق کے بہت سے راستوں میں سے یہ راستہ میں نے اس لئے منتخب کیا ہے کہ اس کے ذریعے تکلیف میں مبتلا لوگوں کی مدد ہوگی تو خواہ وہ مریضوں سے جائز اور مناسب اُجرت وصول کرے تب بھی انشاءاللہ اس نیّت کا ثواب ملے گا اور جب واقعۃً یہ نیّت ہوگی تو ظاہر ہے کہ ایسے مواقع بھی آئیں گے جب وہ کسی شخص کو غریب دیکھے تو اس کا علاج بلا معاوضہ یا بہت رعایتی معاوضے پر کرے۔

کوئی شخص مثلاً کپڑے کی تجارت کرنا چاہتا ہے اور وہ یہ نیّت کر لے کہ ہر انسان کے ذمے شرعاً لباس پہننا واجب ہے۔ میں بہت سے پیشوں میں سے اس پیشے کا انتخاب اس لئے کر رہا ہوں کہ اس کے ذریعے مخلوق کو اس واجب کی ادائیگی میں مدد دوں گا تو امید ہے کہ انشاءاللہ یہ بھی باعثِ اجر ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص سرکاری ملازم ہے تو وہ اپنی ملازمت میں یہ نیّت کرے کہ اس کے ذریعے مخلوق کی ضروریات پوری کرنے کا موقع ملے گا تو خواہ وہ یہ کام تنخواہ لے کر کر رہا ہو، انشاءاللہ اس نیّت کا ثواب ملے گا۔ غرض کوئی پیشہ ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی اچھی نیّت نہ کی جا سکتی ہو۔

✽ اسی طرح اچھا لباس اس لئے پہنا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو نعمت عطا فرمائی ہے۔ اس کا اثر نظر آئے اور دیکھنے والوں کو فرحت ہو (نہ یہ کہ وہ مجھے بڑا یا دولت مند سمجھیں)۔

❋ اپنے بچوں سے اس نیّت سے پیار کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے محبت فرماتے تھے۔

❋ گھر کا کام اس نیّت سے کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو گھر کے کاموں میں اپنے گھر والوں کا ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔

❋ بیوی بچوں سے خوش طبعی کی باتیں اس نیّت سے کی جائیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

❋ مہمانوں کی خاطر مدارات اس غرض سے کی جائے کہ مہمان کا اکرام سُنّت ہے اور مؤمن کے حقوق میں سے ہے۔

❋ گھر میں کوئی پودا یا درخت لگانا ہو تو اس نیّت سے لگایا جائے کہ اس سے کسی انسان یا جانور کو فائدہ پہنچے گا اور دیکھنے والوں کو اس کا منظر اچھا معلوم ہوگا تو ان کو اس سے خوشی ہوگی۔

❋ اپنی تحریر کو اس نیّت سے صاف اور خوبصورت بنانے کی کوشش کی جائے کہ پڑھنے والوں کو سہولت ہوگی۔

❋ عورت جائز زیب و زینت اس لئے کرے کہ شوہر کو خوشی حاصل ہوگی اور مرد اس نیّت سے صاف ستھرا رہے کہ بیوی کو مسرت اور راحت ملے گی۔

❋ جائز تفریحات بقدر ضرورت اس غرض سے کی جائیں کہ ان سے فرائض کی ادائیگی میں چستی اور نشاط پیدا ہوگا۔

❋ گھڑی اس نیّت سے رکھی جائے کہ اس کے ذریعے نماز کے اوقات کا علم ہوگا، اور وقت کی قدر و قیمت پہچان کر اسے اچھے کاموں میں صرف کروں گا۔

غرض یہ تو چند متفرق اور سرسری مثالیں ہیں۔ ورنہ جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احیاء العلوم میں بجا طور پر فرمایا ہے، انسان کی زندگی کا کوئی جائز کام ایسا

نہیں ہے جسے کوئی نہ کوئی اچھی نیّت کر کے ثواب کا کام نہ بنایا جا سکے۔ یہاں تک کہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے اگر اس نیّت سے لذت حاصل کریں کہ ایک دوسرے کا حق ادا کر رہے ہیں۔ اور اس سے دونوں کو عفت اور پاک دامنی حاصل ہوگی تو اس عمل پر بھی ثواب لکھا جاتا ہے۔

(ماخوذ از آسان نیکیاں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب صدیقی ٹرسٹ کراچی)